میرؔ کی تخلیقی کائنات: مثنوی خواب وخیال کے تناظر میں

ڈاکٹر علیشا خانم
دہلی اسکول آف جرنلزم، دہلی یونیورسٹی

تلخیص: اردو ادب کی تاریخ میں میر تقی میرؔ کو غیر معمولی اہمیت و مقام حاصل ہے۔ ان کی شاعری بالخصوص غزل اور مثنوی نہ صرف کلاسیکی جمالیات کی ترجمان ہے بلکہ انسانی تجربات اور نفسیاتی حقیقتوں کی بھی عکاس ہے۔ میر تقی میرؔ کا شمار اُن شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے انسانی وجود کی خارجی اور داخلی کائنات کو اپنی شاعری میں بے مثال فنی چابک دستی سے برتا۔ میرؔ کے کلام میں اجتماعی اور ذاتی المناک حوادث کے نقوش، جذباتی وسعت اور انسانی وجود کے پیچیدہ گوشوں کا عکس بے مثال فنی اخلاص کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اسی پس منظر میں ان کی مثنوی" **خواب وخیال** "اردو کلاسیکی مثنویات میں اپنی طرز اور موضوع کی انفرادیت کے باعث ادب کے سنہرے باب کی حیثیت رکھتی ہے۔

مثنوی **"خواب وخیال"** کو محض عشقیہ واردات یا روایتی مثنوی نہیں کہا جاسکتا ہے بلکہ یہ مثنوی انسان کی داخلی کشمکش، نفسیاتی اضطراب اور جذباتی انتشار کا ایک منفرد بیانیہ ہے۔ میرؔ نے اس مثنوی میں اپنی ذاتی زندگی کے درد و غم، زمانے کی محرومی اور دربدری کو بڑی فنکارانہ صداقت سے نقش کیا ہے اور اس کے اشعار میں داخلی اضطراب، تنہائی اور حزن وملال کی جھلک ہر جگہ نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مثنوی میں قاری نہ صرف عشق کے جذباتی مد وجزر کو محسوس کرتا ہے بلکہ وجودی بحران اور نفسیاتی پیچیدگی کا فنی اظہار بھی اس کی خاص شناخت بن جاتی ہے۔

زیرِ نظر مقالے میں **مثنوی "خواب وخیال"** کو جدید نفسیاتی تنقید کے زاویے سے بالخصوص **بائپولر ڈس آرڈر** کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ بائپولر ڈس آرڈر ایک ایسی ذہنی کیفیت ہے جس میں فرد باری باری شدید جذباتی بلندی (مینیا)، گہری افسردگی (ڈپریشن)، اور کبھی ان دونوں کی مخلوط حالت کا سامنا کرتا ہے۔ اس مرض کی مختلف اقسام جیسے بائپولر I ، بائپولر II اور سائیکلو تھائیمیا انسانی تجربات میں جذباتی عدم توازن اور ذہنی انتشار کے نمائندہ

ہیں جو میرؔ کی مثنوی میں شعری پیرائے میں بڑی خوبصورتی سے جھلکتے ہیں۔ ایک طرف خیالی معشوق کے دل فریب جلوے اور جذباتی بلند پروازی ہے تو دوسری طرف کرب، زوال اور گہری بیگانگی کی دھند بھی نظر آتی ہے۔

اس مقالے کا بنیادی مقصد **مثنوی "خواب و خیال"** کا نفسیاتی تجزیہ پیش کرنا ہے تاکہ واضح کیا جا سکے کہ میرؔ کی تخلیقی کائنات داخلی اضطراب اور بائپولر طرز کے ذہنی و جذباتی بحران کی ترجمان کیسے بنتی ہے میرؔ کے ذاتی المیے اور نفسیاتی بحران اُن کے فن کے لیے محض رکاوٹ نہیں بلکہ تخلیقی توانائی کے حیات بخش وسائل ہیں۔ **مثنوی "خواب و خیال"** ایک ایسی مثال ہے جہاں ذہنی اضطراب تخلیقی اظہار کی محرک قوت بن کر سامنے آتا ہے اور یہ پہلو اردو ادب میں نفسیاتی تنقید کے لیے نئے امکانات کو روشن کرتا ہے۔ اس مثنوی میں خواب اور حقیقت کی سرحد دھندلا جاتی ہے اور عشق ایک نفسیاتی و جمالیاتی تجربے میں ڈھل کر قاری کو شاعر کی داخلی کائنات تک رسائی فراہم کرتا ہے۔

کلیدی الفاظ: میر تقی میرؔ، خواب و خیال، بائپولر ڈس آرڈر، مینیا، ڈپریشن، مخلوط کیفیت، تحلیل نفسی، ہلوسینیشن، داخلی کشمکش، خیالی معشوق، جذباتی مدوجزر، نفسیاتی بحران، جذباتی شدت، داخلی کائنات، آسودگی، مثنوی، PTSD

ادب دراصل انسان کے داخلی کائنات کا آئینہ ہے ایک ایسا آئینہ جو محض عقل و شعور کے محدود زاویوں سے نہیں بلکہ اس کی باطنی کشمکش، جذباتی طوفان اور نفسیاتی ارتعاشات سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ انسانی ذات اپنے اعمال و افعال میں ہمیشہ منطقی استدلال یا عقلی فیصلوں کی پیروی نہیں کرتی بلکہ اکثر و بیشتر وہ غیر شعوری محرکات، لاشعوری خواہشات یا شدید جذباتی تحریکات کے زیرِ اثر ایسے رویوں کا اظہار کرتی ہے جو بظاہر عقل کے دائرے سے باہر

ہوتے ہیں۔ یہی وہ کیفیت ہے جہاں ادب اور نفسیات کی راہیں آپس میں ملتی ہیں۔ ادیب نہ صرف خارجی دنیا کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ اپنی داخلی دنیا کے تلاطم کو بھی تحریر کے قالب میں ڈھالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک فنکار کسی کردار کو تخلیق کرتا ہے تو وہ کردار نہ صرف سماجی اور تہذیبی اثرات کا حامل ہوتا ہے بلکہ اس کے باطن میں جذبوں، خوف، خواہشات، کشمکش اور اضطراب کی ایک مکمل نفسیاتی کائنات پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے جب ہم ادب کا نفسیاتی مطالعہ کرتے ہیں تو یہ محض کسی تحریر کے واقعاتی تجزیے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس میں فنکار کی شخصیت، اس کی نفسی ساخت، اس کے تحت الشعور میں پنہاں تصورات اور اس کی داخلی کشمکش اور اضطرابی کیفیات کے اسباب کا فہم بھی شامل ہوتا ہے۔

”۔۔۔۔۔انسانی نفس تمام علوم وفنون کا مخزن و مرکز ہے۔ نفسیاتی تحقیق سے ہم ایک طرف کسی بھی فن پارے کے وجود میں آنے کے بارے میں معلومات کی توقع کرتے ہیں اور دوسری طرف ان باتوں کا پتہ لگاتے ہیں جنھوں نے فنکار کو فن پارے کی تخلیق کی تحریک دی“[۱]

یہ واضح ہوتا ہے کہ ادب انسانی تجربات کی ترسیل ہے چاہے وہ تجربے خوشی کے ہوں یا غم کے، شکست کے ہوں یا مسرت کے، الوہیت کے ہوں یا جنون کے۔ ہر تجربہ اپنے ساتھ جذبات کی ایک ایسی دنیا آباد کرتا ہے جسے صرف نفسیاتی تناظر ہی میں مکمل طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

لہٰذا اس مقالے میں میر تقی میرؔ جیسے حساس اور دردمند استادِ سخن کی تخلیقات کا مطالعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ان کا کلام خصوصاً مثنوی **”خواب و خیال“** انسانی ذات کے انہی گہرے اور پیچیدہ گوشوں کو مؤثر انداز میں نمایاں کرتی ہے۔ جہاں شعور اور لاشعور ایک دوسرے میں تحلیل ہونے لگتے ہیں اور جذبات و احساسات کی شدت ایک نفسیاتی بحران کو جنم دیتی ہے۔ میرؔ کی تخلیقی کائنات محض ایک جمالیاتی تجربہ نہیں بلکہ ایک جذباتی و نفسیاتی جدوجہد کا بیانیہ ہے۔ جس میں انسانی ذات کی گمشدگی، تلاش، شکست، اور امید کے مراحل نہایت لطیف پیرائے میں نظر آتے ہیں۔ یہی وہ پس منظر ہے جس

میں بائپولر نفسیاتی رجحانات جیسے ذہنی عارضوں کا تجزیہ نہ صرف میرؔ کے فنی شعور کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ اردو ادب میں نفسیاتی تنقید کے امکانات کو بھی نئی وسعت عطا کرتا ہے۔

زیر نظر تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ مثنوی "خواب وخیال" کو بائپولر شخصیت کے نفسیاتی پس منظر میں سمجھا جائے اور یہ جاننے کی سعی کی جائے کہ میرؔ کے یہاں جو جمالیاتی گہرائی اور جذباتی شدت موجود ہے وہ کسی ذہنی کیفیت کا عکس تو نہیں؟ اس مقصد کے لیے تحقیق میں **تحلیل نفسیاتی طریقۂ کار (analytical-psychological approach)** کو اپنانا ضروری ہے۔ تحلیل نفسی انسان کے داخلی و خارجی محرکات اور اعصبیاتی اختلال کا آئینہ ہے جس میں انسانی ذہن کے پیچ وخم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ بقول شارب ردولوی:

"تحلیل نفسی انسانی شخصیت کو متحرک اور موثر انداز میں دیکھتی ہے جو اندرونی طور پر ایک میدان جنگ کا نقشہ رکھتی ہے جس میں ہیجان اور ضبط و نظم خواہش اور روایات میں سخت کشمکش ہوا کرتی ہے۔ یہ نظریہ یقینی طور پر داخلی تحریکات کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔۔۔ تحلیل نفسی انسان کی خارجی باتوں سے گزر کر اس کے باطن تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور معاشرتی پردوں کے پیچھے انسان کی شخصیت کی تہہ میں حقیقتوں کی جستجو کرتی ہے۔۔۔" ۲

"۔۔۔۔۔ تحلیل نفسی انسان کی انفرادی زندگی کے مدفون حالات اور complexs کی تلاش کا نام ہے۔۔۔۔" ۳

تحلیل نفسی (Psychoanalysis) انسان کی فردی زندگی کے پوشیدہ حالات اور جذباتی تضادات کی گہرائی میں جانے کا عمل ہے جو انسانی ذہن کی پیچیدگیوں، تصادموں، اور لاشعوری خواہشات کو سمجھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ طریقہ کار فرد کے ظاہری رویوں کے پیچھے وہ نفسیاتی عوامل دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے جو انسانی شخصیت اور رویے کو متحرک کرتے ہیں۔ تحلیل نفسی کا مقصد انسان کے اندرونی ذہنی میدان کو سمجھنا اور اس کے علمی و جذباتی ساخت کو کھولنا ہے تاکہ شخص کی نفسیاتی کشمکش اور ذہنی اضطراب کی اصل وجوہات سامنے آتیں ہیں۔

اسی تناظر میں بائپولر ڈس آرڈر ایک شدید ذہنی کیفیت کا نام ہے جس میں فرد کو جذبات کے انتہائی اُتار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ فرد کے مزاج میں ہونے والی تبدیلیوں کو واضح کرتی ہے جو فرد کی زندگی اور رویوں پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ تحلیل نفسی کی مدد سے بائپولر ڈس آرڈر کے مریض کی ذہنی کیفیت، داخلی اضطراب کے پس پردہ پوشیدہ محرکات، لاشعوری خواہشات، اور جذباتی تضادات کی گہرائی کو سمجھا جا سکتا ہے۔

بائپولر ڈس آرڈر۔ایک داخلی کشمکش:

نفسیاتی امراض میں "**بائپولر ڈس آرڈر**"(Bipolar disorder) ایک ایسی ذہنی اضطرابی کیفیت کا نام ہے جو فرد کو شدید جزبات کی گرفت میں جکڑ کر رکھتی ہے۔ جسکی واضح تعریف یوں ملتی ہے کہ:

"Bipolar disorder is a medical condition characterized by extreme mood swings that affect not only emotions but also thinking, behavior, and functioning. It is not due to a 'weak' personality and is treatable."۴

بائپولر ڈس آرڈر صرف ایک ذہنی کیفیت کا نام نہیں بلکہ ایک گہرا داخلی بحران ہے جو انسان کے باطن کی دنیا میں ایک مسلسل ارتعاش پیدا کرتا ہے۔ اردو میں اس کیفیت کے لیے "**دو قطبی عارضہ**" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ دو قطبی ایک پیچیدہ ذہنی اضطراب ہے جس میں انسان کی جذباتی دنیا دو انتہاؤں کے درمیان مسلسل جھولتی رہتی ہے جو کبھی جذبات کی شدید بلندیوں پر، تو کبھی گہرے ذہنی انحطاط اور مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہے۔

بائپولر ڈس آرڈر ایک اقساطی اور بار بار واپس آنے والا نفسیاتی عارضہ ہے جو عام طور پر تین مخصوص حالتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلی حالت ایک بلند کیفیت ہوتی ہے جسے **"مَنیا"** کہا جاتا ہے جس میں فرد شدید جذباتی سرشاری اور توانائی کی زیادتی محسوس کرتا ہے۔ دوسری حالت ایک پست کیفیت ہے جسے **"ڈپریشن"** کے نام سے جانا جاتا ہے جہاں فرد گہرے غم، اداسی اور مایوسی کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔ تیسری حالت ایک متوازن کیفیت ہوتی ہے ۔ یہ تینوں حالتیں مل کر بائپولر ڈس آرڈر کی پیچیدہ اور آنے جانے والی کیفیات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ عارضہ بنیادی طور پر **دو متضاد کیفیتوں** کے درمیان مسلسل آمدورفت سے عبارت ہے۔

ا. مینیا:(Mania)

"A manic episode is a period of at least one week when a person is extremely high-spirited or irritable most of the day for most days, possesses more energy than usual, and experiences at least three of the following changes in behavior: decreased need for sleep, increased or faster speech, uncontrollable racing thoughts, distractibility, increased activity, and risky or impulsive behavior. Symptoms must be severe enough to cause dysfunction in work, family, or social activities."[۵]

اس مرحلے میں فرد کی ذات گویا توانائی کا پیکر بن جاتی ہے۔ بے پناہ خوشی، غیر معمولی اعتماد، حد سے بڑھتی ہوئی خود پسندی، کم نیند کے باوجود مستعدی اور تخلیقی بہاؤ کی شدت۔ یہ سب مینیا کی علامتیں ہیں۔ ایسے میں فرد خود کو ناقابلِ شکست محسوس کرتا ہے۔ خیالات کی تیز رفتاری، بولنے میں روانی اور منصوبوں کی کثرت گویا اسے کائنات کے مرکز میں لا کھڑا کرتی ہے۔ مگر اس کے برعکس اس کی دوسری کیفیت ڈپریشن ہوتی ہے جو فرد کو زندگی سے دور کر دیتی ہے۔

۲. ڈپریشن:(Depression)

"A major depressive episode is characterized by a period of at least two weeks during which an individual experiences a depressed mood or loss of interest or pleasure in nearly all activities, along with at least five additional symptoms such as changes in appetite, sleep disturbances, fatigue, feelings of worthlessness, difficulty concentrating, or recurrent thoughts of death. These symptoms cause significant distress or impairment in social, occupational, or other important areas of functioning."۶

جب فرد کی شخصیت دوسرے قطب پر پہنچتی ہے تو انسان کے باطن میں ایک خاموش سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ پھر افسردگی، بے دلی، ناامیدی، خود تنقیدی، بے خوابی، زندگی سے بیزاری اور بعض صورتوں میں خودکشی کے خیالات یہ سب اس مرحلے کی علامتیں ہیں۔ وہی شخص جو کل کائنات کو مسخر کرنے پر تلا تھا اب وہی خود کو ایک بوجھ، ناکام، اور ایک تنہا وجود محسوس کرتا ہے۔

۳. "مخلوط کیفیت:

Cyclothymic disorder is a milder form of bipolar disorder involving many "mood swings," with hypomania and depressive symptoms that occur frequently. People with cyclothymia experience emotional ups and downs but with less severe symptoms than bipolar I or II disorder.۷

کچھ افراد کو ہمیشہ خالص مینیا یا افسردگی کے دورے نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مینیا اور افسردگی کی علامات ایک ساتھ ظاہر ہو جاتی ہیں جسے **"مخلوط کیفیت"** کہتے ہیں۔ مثلاً مخلوط کیفیت میں مبتلا شخص تیز رفتاری سے سوچتا اور بولتا ہے مگر ساتھ ہی شدید اضطراب اور خودکشی کے خیالات بھی اس کے ذہن میں رہتے ہیں۔ ایسی کیفیت کی تشخیص نہایت مشکل ہوتی ہے اور یہ فرد کے لیے بے حد تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔

یہ دونوں کیفیات مینیا اور ڈپریشن بظاہر متضاد سہی مگر ایک ہی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس تضاد کا تسلسل ہی **بائپولر ڈس آرڈر** کی اصل پیچیدگی ہے۔ فرد کے اندرونی جذبات، اس کے رویے، اس کے تعلقات، حتیٰ کہ اس کی تخلیقی صلاحیتیں بھی اس کشمکش کی زد میں آجاتی ہیں۔

تاریخ ادب میں بارہا یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ تخلیقی فنکاروں کی ایک بڑی تعداد کسی نہ کسی درجے میں بائپولر رجحانات کا شکار رہی ہے۔ تخلیق جہاں احساسات کی باریک ترین لہروں کو گرفت میں لینے کا عمل ہے وہیں ذہن کی ایسی کیفیتوں کا بھی اظہار ہے جنھیں عام فہم میں بیان کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بائپولر افراد بعض اوقات فن کی معراج کو چھو لیتے ہیں کیونکہ ان کے اندرونی اضطراب کو تخلیقی پیرایہ میسر آجاتا ہے اور ان کے الفاظ محض اظہار نہیں ہوتے بلکہ ایک شدید داخلی کرب کی صدائے بازگشت بن جاتے ہیں۔

اس پس منظر میں جب ہم اردو کے استادِ سخن شاعر میر تقی میرؔ کی شخصیت کا تجزیہ کرتے ہیں تو ان کی ذات ہمیں گہری جذباتی اور نفسیاتی پیچیدگیوں میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ میرؔ کا کلام محض غم جاناں کا ترجمان نہیں بلکہ غم دہر کا آئینہ معلوم ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں جس شدت سے خود ترسی، شکستہ دلی، تنہائی، خود احتسابی، اور بعض اوقات وجدانی کیفیتیں جلوہ گر ہوتی ہیں وہ ایک بائپولر ذہن کی ادبی عکاس معلوم ہوتی ہیں۔ میرؔ کے کلام میں جہاں عشق کی نرمی، لطافت اور سوز ہے وہیں ایک ہولناک داخلی سکوت اور لاشعوری اضطراب بھی پنہاں ہے۔

میرؔ کی شخصیت اور ان کی تخلیقی کائنات:

اردو ادب کی تاریخ میں میر تقی میرؔ ایک ایسا نام ہیں جس کی شاعری نہ صرف جذبات کی گہرائیوں میں اترتی ہے بلکہ انسانی نفسیات کے دقیق ترین پہلوؤں کو بھی شعری پیرایہ عطا کرتی ہے۔ ان کی زندگی ایک ایسے دور میں بسر ہوئی جب دہلی سیاسی، سماجی اور تہذیبی اعتبار سے زوال کا شکار ہو چکی تھی۔ میرؔ کی ذاتی زندگی بھی شدید غم و آلام، معاشرتی تنہائی، مالی پریشانیوں اور جذباتی شکست و ریخت سے عبارت تھی۔ ان کے والد کا انتقال، خانہ بدوشی کی زندگی، دربدری کا سفر، اور دہلی سے لکھنؤ کی ہجرت۔ یہ سب ان کی شخصیت پر گہرے نفسیاتی نقوش چھوڑ گئے۔ اس ضمن میں میرؔ اپنے حالات کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ۔

میرؔ دریا ہے سنے شعر زبانی اس کی — اللہ اللہ ری طبیعت کی روانی اس کی
آبلے کی سی طرح، ٹھیس لگی پھوٹ بہی — دردمندی میں گئی ساری جوانی اس کی
منہ تو بوچھار کا دیکھا ہے رستے تم نے — اُسی انداز کی تھی اشک فشانی اس کی

یہ اشعار میرؔ کی زندگی کی گہری ذہنی اور جذباتی حالتوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جہاں ان کا درد والم زبان زد عام ہے۔ ان میں ظاہر ہوتا ہے کہ میرؔ کے غم کا دائرہ صرف عشقیہ ناکامی تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک وسیع افسردگی کی حالت ہے جو شعور و لاشعور میں پیوست ہو چکی ہے۔ ان کی شخصیت ایک ایسی داخلی کشمکش سے دوچار نظر آتی ہے جو کبھی انہیں جذبات کی انتہا پر لے جاتی ہے اور کبھی مکمل خاموشی اور خود فراموشی کی وادی میں اتار دیتی ہے۔ یہی تضاد اور جذباتی اتار چڑھاؤ میرؔ کی تخلیقی کائنات کا مرکزی محور ہے جو ان کی شاعری کو نہایت منفرد اور گہرا بنا دیتا ہے۔

مثنوی "خواب وخیال" میر کی ذہنی کیفیات کا آئینہ:

میؔر کی مثنوی "خواب وخیال" کو اگر ہم بائپولر کیفیت کے تناظر میں دیکھیں تو وہ صرف عشقیہ وارداتوں کا بیان نہیں بلکہ ایک داخلی نفسیاتی سفر کی روداد معلوم ہوتی ہے جس میں انسان کے داخلی انتشار، ادھورے خوابوں اور الجھے ہوئے خیالات کا عکس ملتا ہے۔ ان کی تخلیق میں موجود یہ دوہری کیفیت بلندی اور پستی، امید اور مایوسی بائپولر ذہن کی جمالیاتی ترجمانی کا مظہر ہے۔ جس کا اظہار اس مثنوی کے اشعار سے یوں ہوتا ہے۔

خوشا حال اس کا جو معدوم ہے کہ احوال اپنا تو معلوم ہے

رہیں جان غمناک کو کاہشیں گئیں دل سے نومید سو خواہشیں

میؔر کی مثنوی "خواب وخیال" میں یہ داخلی نفسیاتی کشمکش نمایاں طور پر نظر آتی ہے جس میں ان کے جذبات کی شدت اور ذہنی انتشار کے آثار گہرائی سے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ابتدا میں ہی میؔر نے روایتی رومانی داستان کی روایت سے انحراف کرتے ہوئے مثنوی کے آغاز ہی سے روایت شکنی روش اختیار کرتے ہیں۔ روایتی عشقیہ مثنویوں میں جس طرح ابتدا میں عشق کی تمہید، معشوق کا سراپا یا وصل وہجر کی کوئی کیفیت بیان کی جاتی ہے میؔر اس ترتیب کو ترک کر کے براہِ راست اپنی داخلی اضطرابی کیفیت، خارجی نامرادی اور زمانے کی بے رحم ٹھوکروں کا بیان کرتے ہیں۔ ان کے یہاں فرد کی نفسیاتی پیچیدگی، داخلی انتشار اور جذباتی انہاک کا ایک ایسا جہاں آباد نظر آتا ہے جس میں درد محض احساس نہیں بلکہ ایک مستقل وجود کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اس مثنوی کے حوالے سے ڈاکٹر چودھری محمد نعیم رقم طراز ہیں کہ:

"میؔر نے اپنے روزۂ جنون کی روداد ایک مثنوی کی شکل میں لکھی ہے جس کا نام 'خواب وخیال' رکھا ہے۔ یہ مثنوی ۱۷۵۲ء کے بعد اور ۱۷۷۸ء سے پہلے لکھی گئی تھی۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ اس کی سنِ تصنیف ۱۷۵۶ء سے بہت بعد نہ تھی یعنی آرزو کے انتقال کے کچھ ہی عرصہ بعد میؔر نے یہ مثنوی لکھ کر اپنے دل کا بوجھ کچھ ہلکا کر لیا تھا۔"۸

مثنوی خواب وخیال نہ صرف ایک ادبی تخلیق ہے بلکہ نفسیاتی بیانیہ بھی ہے جس میں میرؔ اپنے شعور کی تاریک گلیوں میں اترتے ہیں اور قاری کو اپنے ساتھ اس المیے کی سیر کراتے ہیں جو ان کے وجود پر سایہ فگن رہا۔ ۱۴۱ اشعار پر مشتمل اس مثنوی میں بظاہر ذاتی احوال کی روداد کے ساتھ اس کے بین السطور ایک داخلی نفسیاتی کرب کی جھلک بھی عیاں ہوتی ہے۔ والد کی وفات، غربت، عزیزوں کی بیوفائی، وطن سے ہجرت، اور دنیا کی ناقدری، یہ سب محرکات مل کر ایک بائپولر ذہن کے ڈپریسیو فیز (Depressive Phase) کو متشکل کرتے ہیں۔ میرؔ نے اس مثنوی کی تخلیق ذہنی اضطرابی اور نفسیاتی کیفیات سے فراغت حاصل کرنے کے لئے کی۔ لہذا میرؔ مثنوی کی تمہید میں اپنے المیہ کا یوں بیان کرتے ہیں کہ۔

زمانے نے رکھا مجھے متصل پراگندہ روزی پراگندہ دل

گئی کب پریشانی روزگار رہا میں تو ہم طالع زلف یار

وطن میں نہ اک صبح میں شام کی نہ پہنچی خبر مجھ کو آرام کی

اٹھاتے ہی سر یہ پڑا اتفاق کہ دشمن ہوئے سارے اہل وفاق

زمانے نے آوارہ چاہا مجھے مری بیکسی نے نباہا مجھے

رفیقوں سے دیکھی بہت کوتہی غریبی نے اک عمر کی ہمسری

چلا اکبر آباد سے جس گھڑی در و بام پر چشم حسرت پڑی

کہ ترک وطن پہلے کیونکر کروں مگر ہر قدم دل کو پتھر کروں

میرؔ کے یہ اشعار اسی داخلی ابتری، جذباتی انحطاط اور معاشرتی بیگانگی اور کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ خود کو معاشی طور پر بھی **"پراگندہ روزی"** محسوس کرتے ہیں اور ذہنی و جذباتی طور پر بھی **"پراگندہ دل"** کے الفاظ سے اپنی حالت بیان کرتے ہیں۔ **"پراگندہ روزی، پراگندہ دل"** جیسے الفاظ صرف اقتصادی بدحالی کی نشان دہی نہیں کرتے بلکہ یہ اس داخلی بکھراؤ کا استعارہ بھی ہیں جو کسی شدید نفسیاتی خلش کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ وہی کیفیت ہے جسے بائپولرڈس آرڈر کے تحت **"unipolar depression"** یا **"pure depressive episode"** کہاجاتا ہے جہاں فرد ماضی کے دکھوں کی گرفت میں قید ہو جاتا ہے اور دنیا سے اپنا تعلق ختم کرلیتا ہے اور اسے ہر چیز بے معنی اور بوجھل دکھائی دیتی ہے۔

مثنوی کے اشعار میں جا بجا ایسے الفاظ کا استعمال ملتا ہے جو نفسیاتی اصطلاحات کے علمبردار ہیں جیسے **"نہ پہنچی خبر مجھ کو آرام کی"** اور **"وطن میں نہ اک صبح نہ شام کی"** جیسے مصرعے مکمل ناامیدی، گہرے احساسِ بیگانگی اور داخلی اداسی کو نمایاں کرتے ہیں اسی طرح **"دشمن ہوئے سارے اہل وفاق"**، **"غریبی نے اک عمر کی ہمسری"**، **"زمانے نے آوارہ چاہا مجھے"** یہ محض سماجی حالات کی شکایت نہیں بلکہ ایک نفسیاتی دفاعی ردعمل ہے جو ایک **emotionally overwhelmed** ذہن کی ترجمانی کرتا ہے۔ ایسے افراد جو بائپولر کے ڈپریسیو فیز میں ہوتے ہیں وہ تنقید، محرومی اور احساسِ محرومی کو شدت سے محسوس کرتے ہیں جہاں وقت اور جگہ دونوں بے معنی ہو جاتے ہیں گویا وجود ایک خلا میں معلق ہو۔ میرؔ کے اشعار میں یہ خلا بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے جیسے ہر شے ایک بے نام کرب میں تحلیل ہو گئی ہو۔

مزید یہ کہ ہجرت کی منظر کشی جیسے:

چلا اکبرآباد سے جس گھڑی

در و بام پر چشم حسرت پڑی

یہ شعر نہ صرف ترک وطن کا نوحہ ہے بلکہ (emotional rootlessness) کی علامت بھی ہے۔ میؔر کے دل کا مضطرب ہونا، آنکھوں سے حسرت کے آنسو بہنا اور رخصت کے وقت جگر کا چھلنی ہونا یہ سب شدید نفسیاتی صدمے کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ جذباتی کرب محض الفاظ کا کرب نہیں بلکہ ذہن کی ایک ایسی اندرونی کشمکش ہے جسے جدید نفسیاتی اصطلاح میں existential crisis یا melancholic depression کہا جاسکتا ہے۔

Melancholic depression ایک شدید قسم کے ڈپریشن کا نام ہے جس میں فرد کو گہرے غم، وجودی بے معنویت، ذہنی انتشار، اور شدید اداسی لاحق ہوتی ہے۔ اس کیفیت میں عام طور پر روزمرہ کی سرگرمیوں کا لطف جاتا رہتا ہے۔ نیند اور بھوک میں شدید تبدیلیاں آتی ہیں اور مایوسی کی شدت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ زندگی بے معنی محسوس ہونے لگتی ہے۔ ایک یورپی کثیر المرکزی تحقیقی مطالعے (یورپی کثیر المرکزی اسٹڈی، ۲۰۲۱) کے مطابق

"A European multicenter study involving 1410 MDD patients found a 60.71% prevalence of melancholic features. Patients with melancholia showed higher rates of severe depressive symptoms, psychotic features, and suicide risk, and differed in prescribed medication strategies compared to non-melancholic MDD, although treatment responses did not significantly differ." ۹

یورپی ملٹی سینٹر اسٹڈی میں ۱۴۱۰ مبتلا مریضوں میں سے ۶۰.۷۱ فیصد میں melancholic خصوصیات پائی گئیں۔ ان مریضوں میں شدید افسردگی کی علامات، سائیکوسس کی جھلکیاں اور خودکشی کے خطرات زیادہ دیکھے گئے جبکہ ان کے علاج کے لیے مختلف ادویات تجویز کی گئیں اگرچہ علاج کے نتائج میں نمایاں فرق نہیں پایا گیا۔ یہی کیفیت میرؔ کی شاعری کے اشعار میں بھی محسوس ہوتی ہے جو ان کے ذاتی المیوں سے کہیں بڑھ کر انسانی وجود کے ان نازک اور آزمائشی لمحات کی تصدیق کرتی ہے جہاں زندگی ایک مسلسل جدوجہد بن جاتی ہے۔ والد کی وفات گویا ان کی زندگی میں زوال کا پہلا دروازہ تھا

جس کے بعد زمانے نے پشت پے پشت وار کیے۔ قریبی عزیزوں کا رویہ جو محبت و مروّت کا مرقع ہونا چاہیے تھا ظلم و سرد مہری کی ایک اجنبی شکل اختیار کر گیا۔ روزگار کی تلاش میں خاک چھانی، در در کی ٹھوکریں کھائیں، مگر ہر در بند، ہر راستہ بے منزل۔ غربت نے گریبان تھامے رکھا اور بے بسی نے آواز چھین لی۔ ایسے عالم میں وہی آشنا جو دل کے قریب تھے طعنہ زن ہوئے اور میرؔ کو آوارگی کا طوق پہنایا گیا۔

یہی وہ لمحۂ شکست تھا جب میرؔ نے اکبر آباد کے مانوس کوچوں، شناسا چہروں اور یادوں کے گھر کو خیر آباد کہہ کر دہلی کی اجنبی گلیوں کا رخ کیا۔ یہ ہجرت صرف جسمانی مقام کی تبدیلی نہیں بلکہ ان کے باطن میں ہونے والی ایک شدید تہلکہ خیز منتقلی کا اعلان تھی۔ ان اشعار میں چھلکتی ہوئی محرومیاں اور گہری تنہائی بائپولر ڈس آرڈر کے **Depressive Phase** کا مکمل ادبی اظہار یہ بن جاتی ہیں۔ یہ وہ علامات ہیں جنہیں **"mixed depressive states"** یا **"dysphoric depression"** کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔

‘Mixed’ depression is a clinical presentation in which a patient meets the full criteria for major depressive disorder (MDD) and, at the same time, has a mixture of other features that are consistent with hypomania or mania.“[۱۰]

Mixed depression ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جس میں مریض میں میجر ڈپریسیو ڈس آرڈر (MDD) کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں مگر اس کے ساتھ ہی اس کی شخصیت میں ہائپومنیا یا منیا کی علامات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کیفیت نہ صرف ذاتی غم و الم کی عکاسی کرتی ہے بلکہ یہ سماجی ناانصافی، محرومی، اور شکستہ دلی کی ایسی شدت کا اظہار بھی ہے جو میرؔ کی شاعری کو محض عشقیہ کلام سے کہیں آگے لے جاتی ہے اور اسے ذہنی کرب کا ایک فنکارانہ مرقع بنا دیتی ہے۔ میرؔ نے دہلی کی پیچیدہ اور کٹھن بھری زندگی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی شاعری میں اس ذہنی اضطراب اور جذباتی جدوجہد کو بڑی دردمندی سے بیان کیا ہے جو نہ صرف ان کی ذاتی زندگی کا اظہار ہے بلکہ اس دور کے سماجی و سیاسی بحرانوں کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ اس طرح ان کا کلام ایک

نفسیاتی اور ادبی دستاویزی حیثیت اختیار کر جاتا ہے جو قاری کو انسانی ذہن کی پیچیدگیوں سے روشناس کراتا ہے۔ دہلی میں اپنے حالات کے ذکر میں میرؔ لکھتے ہیں کہ۔

پس از قطع رہ لائے دلی میں بخت بہت کھینچے یاں میں نے آزار سخت
جگر جور گردوں سے خوں ہو گیا مجھے رکتے رکتے جنوں ہو گیا
ہوا خبط سے مجھ کو ربط تمام لگی رہنے وحشت مجھے صبح و شام
کبھو کف بہ لب مست رہنے لگا کبھو سنگ در دست رہنے لگا
کبھو غرق بحر تحیر رہوں کبھو مر بہ جیب تفکر رہوں

میرؔ کے یہ اشعار ان کی ذہنی کیفیت اور جسمانی اذیتوں کی گہرائی کو واضح کرتے ہیں جہاں ان کا جگر زخم سے خون سا ہو چکا تھا اور وہ رکتے رکتے جنون کی حدوں تک پہنچ چکے تھے۔ صبح و شام محسوس ہونے والی وحشت نے ان کی زندگی کو بے قرار کر دیا تھا کبھی وہ مستی میں کف بر لب ہوتے اور کبھی تفکر میں گم ہو جاتے۔ اکبر آباد سے ہجرت کے بعد جب میرؔ نے دہلی میں اپنے سوتیلے ماموں سراج الدین علی خان آرزو کے گھر سکونت اختیار کی مگر یہ قیام ان کے لیے سکون کا باعث نہ بن سکا یہاں مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ خان آرزو جو بظاہر قرابت دار تھے اپنے حقیقی بھانجے کی محبت میں میرؔ پر جبر و ستم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لہٰذا میر ہزار مختلف مصائب ہی نہیں بلکہ نفسیاتی اذیتوں سے بھی دوچار رہے۔ میرؔ ان اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں کہ:

"ان کی دشمنی کا ماجرا اگر تفصیل سے بیان کروں تو اک علیحدہ دفتر درکار ہے۔ میرا دکھا ہوا دل اور بھی زخمی ہو گیا۔ اور میں پاگل ہو گیا۔ میرا کڑھا ہوا دل اور بھی کڑھنے لگا۔ وحشت پیدا ہو گئی۔ جس حجرے میں رہتا تھا اس کا دروازہ بند کر لیتا اور اس ہجوم غم میں تنہا بیٹھ جاتا تھا"[11]

یہ اقتباس ایک ایسی داخلی حالت کا آئینہ دار ہے جہاں تنہائی، احساسِ کم تری، عزتِ نفس کی پامالی اور قربتوں کی بے وفائی فرد کو شدید نفسیاتی خلجان میں مبتلا کر دیتی ہے۔ محبوب کے فراق کا کرب اور سوتیلے ماموں کی سرد مہری و ظلم نے میرؔ کو ایک ایسے تضاد میں جکڑ لیا جہاں نہ محبت پناہ دیتی تھی اور نہ ہی رشتہ داروں کی قربت سہارا بنی۔ نتیجتاً یہ کثیر الوجوہ صدمے میرؔ کو اضطراب، پریشانی اور جذباتی اضطراب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

نفسیاتی زبان میں یہ کیفیت **Post-Traumatic Stress Disorder (PTSD)** اور **Major Depressive Episode** کے آثار رکھتی ہے جہاں فرد نہ صرف خارجی ظلم کا شکار ہوتا ہے بلکہ اندرونی طور پر شدید احساسِ بے بسی، احساسِ جرم، بے سکونی، اور وجودی بحران سے دوچار ہوتا ہے۔ ان کے بیان میں **"پاگل ہو جانا"**، **"دروازہ بند کر لینا"**، اور **"تنہا بیٹھ جانا"** جیسے اشارے **isolation, withdrawal** اور **psychotic break** جیسی علامات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو اکثر **Bipolar Disorder** کے شدید مرحلے یا **Schizoaffective tendencies** میں ظاہر ہوتے ہیں۔

قسمت کی اس ستم ظریفی میں محبوب کا فراق، خانگی ظلم، معاشی عدم تحفظ اور جذباتی بیزاری نے مل کر ایک ایسا نفسیاتی طوفان برپا کیا جس کی شدت نے میرؔ جیسے حساس طبع شاعر کو جنون کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ جنونی شخصیت کے لئے **(schizoid Personality)** کی اصطلاح ملتی ہے جس کی وضاحت سید اقبال امروہوی یوں کرتے ہیں۔

"وجنونی شخصیت(schizoid Personality)اس کا مطلب اس شخصیت سے ہے جو انتشار نفس کا شکار ہو یا کسی قسم کے جنون کا مریض ہو جس میں شدید جنون اور خفیف مرض دونوں شامل ہیں"۱۲؎

چنانچہ میرؔ کی جوانی کے ایّام آزمائشوں، مصائب اور داخلی کشمکش سے ایسے گزرے کہ وہ اپنی زندگی کے توازن کو سنبھالنے کی سعی میں رفتہ رفتہ ذہنی توازن سے محروم ہونے لگے۔ دنیاوی اذیتوں نے میرؔ کو ایک ایسے ذہنی گرداب میں دھکیل دیا جہاں شعور کی طنابیں آہستہ آہستہ ہاتھ سے چھوٹنے لگیں۔ وہ Mental Illness کے عارضے میں مبتلا ہو گئے۔ دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ انہیں ایک ہجرے میں بند رکھا جاتا اور ارد گرد کے افراد اتنے خوفزدہ رہتے کہ کوئی ان سے ملنے نہ آتا۔ اپنے اس عہد کی حالت و کیفیت کا ذکر میرؔ "ذکر میرؔ" کرتے ہیں۔

"(نقل تحفہ) چاندنی رات میں ایک پیکر خوش صورت کمال خوبی کے ساتھ کرہ قمر سے میری طرف بڑھتا اور مجھے بے خود کر دیتا تھا۔ جدھر بھی میری آنکھ اٹھتی اسی رشک پری پر پڑتی۔ جس طرف دیکھتا تھا اسی غیرت حور کا تماشا کرتا تھا۔ میرے گھر کے در و بام اور صحن (گویا) ورق تصویر ہو گئے تھے۔ یعنی شش جہت میں وہی حسرت افزا (چہرہ) نظر آتا۔ کبھی چودھویں کے چاند کی طرح سامنے ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔یعنی ایک آہ بھر کر چاند کی طرف واپس ہو جاتی۔ میں تمام دن جنون کرتا اور اس کی یاد میں دل کو خون کرتا۔ دیوانہ و مست کے مانند کف برلب ہاتھوں میں پتھر لیے پھرتا۔ میں افتان و خیزاں اور لوگ مجھ سے گریزاں۔۔۔"۱۳؎

یہ نفسیاتی زوال اس حد تک شدت اختیار کر گیا کہ میرؔ حقیقی دنیا سے الگ ایک خیالی دنیا بسا لیتے ہیں۔ ایسا مثالی اور فکری عالم جو ان کی محرومیوں، تکالیف اور تنہائیوں کا تریاق بن گیا۔ یہ خیالی جہاں ان کے لیے ایک طرح کی داخلی پناہ گاہ تھی جہاں میرؔ خود کو زمانے کے زخموں سے محفوظ سمجھتے اور تخیل کی

پر چھائیوں میں دل کا بوجھ ہلکا کرتے۔ میرؔ کے غم کا آہنگ اس قدر گہرا تھا کہ ان کی شاعری میں ہر مصرع ایک نوحہ اور ہر لفظ ایک زخم محسوس ہوتا ہے۔

(Mania) کی کیفیت اور خیالی معشوق کی تشکیل :

اس مثنوی کا اہم ترین پہلو "خواب میں جلوہ گری" کا تذکرہ ہے۔ ڈپریسیو فیز کے بعد میرؔ کا ذہن ایک غیر مرئی، خیالی معشوق کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو چاند کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ نہ صرف عشق کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے بلکہ نفسیاتی نقطۂ نظر سے یہ Hypomania یا Mania کی حالت میں آنے والی Hallucinations کا عکس بھی ہو سکتا ہے۔

Hallucinations وہ نفسیاتی کیفیت ہے جس میں فرد اپنے حواس (جیسے دیکھنا، سننا، محسوس کرنا، سونگھنا یا چکھنا) کے ذریعے ایسی چیزوں کا مشاہدہ یا احساس کرتا ہے جو حقیقی دنیا میں موجود نہیں ہوتیں۔ یہ ایک طرح کا ذہنی فریب ہے جو ذہن کی پیداوار ہوتا ہے یعنی حسّی تجربات کے بغیر حواس کی تحریکی تحریک کے بغیر محسوس کیے جاتے ہیں۔

"In layperson's terms, hallucinations involve hearing, seeing, feeling, smelling, or even tasting things that are not real. Auditory hallucinations, which include hearing voices or other sounds that have no physical source, are the most common type.

Hallucinations occur frequently in people with psychiatric conditions, including schizophrenia and bipolar disorder; however, you don't necessarily need to have a mental illness to experience hallucinations. No matter what is causing hallucinations, they should be taken seriously..." ۱۴

Hallucinations کی یہ وضاحت ہمیں میرؔ کی ذہنی کیفیت کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتی ہے کیونکہ ان کے اشعار میں وہم وخیال کی ایسی شدت نظر آتی ہے جو حقیقت اور فسانے کے درمیان کے فاصلے کو مٹا دیتی ہے۔ یہ نفسیاتی علامت نہ صرف ذہنی بیماریوں میں معمول ہے بلکہ شدید ذہنی دباؤ اور اضطراب کی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتی ہے جو میرؔ کی تخلیقی کائنات میں واضح طور پر محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا hallucinations کا سنجیدہ ادراک ان کے کلام کی گہرائی اور پیچیدگیوں کو سمجھنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس خوابیدہ حالت میں محبوب کا دیدار مریض کی ذہنی حالت کو ایسی سرشاری عطا کرتا ہے جو وقتی طور پر حقیقت سے الگ ہو کر فرد تخیل کی دنیا میں جینے لگتا ہے۔ جو تسکین کا ایک بہتر ذریعہ بن جاتا ہے۔ الغرض نفسیات میں تسکین کا ادراک بھی ایک نفسیاتی علامت ہے جس کے لئے نفسیات میں آسودگی (Gratification) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ یعنی ایک ایسا عمل جس کے کرنے سے انسان کو ذہنی پریشانیوں و دباؤ اور الجھاؤ سے نجات مل جائے۔ اس اصطلاح کے حوالے سے اقبال امروہوی لکھتے ہیں:

"تسکین (آسودگی) (Gratification) کوئی فعل یا خیال جو تناؤ اور تفکر کو کم کرنے کا باعث ہو اور جو انسانی توانائی کا تناسب برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہو۔"[۱۵]

اپنی اس کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے میر کہتے ہیں:

نظر آئی اک شکل مہتاب میں

کمی آئی جس سے حور و خواب میں

یہاں چاند میں چہرہ دیکھنا ایک علامتی delusional hallucination کی ایک مثال ہے میرؔ کے ذہن نے ایک خیالی محبوبہ کی شبیہ تخلیق کی ہے جو ہر جگہ ان کے ساتھ رہتی ہے باتیں کرتی ہے اور کبھی کبھی عشوہ طرازیاں بھی کرتی ہے۔ یہ وہم صرف ایک خیالی تصور نہیں بلکہ ذہنی شدت اور جذباتی انہماک کا استعارہ بن جاتا ہے۔ محبوب کی غیر موجودگی میں اس کا تصور ہر شے پر غالب آجاتا ہے اور یہی کیفیت بائپولر ڈس آرڈر کے دوران جذباتی شدت کا ایک نمونہ بھی بن سکتی ہے۔ اس منظرنامے میں معشوق کا چہرہ آسمانی عناصر میں دیکھنا مریض کی انفرادی کائنات کی گہرائی کو نمایاں کرتا ہے جس میں وہ حقیقت اور وہم کے درمیان جھولتا رہتا ہے۔ وہم سے مراد ایک ایسی نفسیاتی علامت جو خیال کو حقیقت میں ظہور پزیر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مثلاً

"۔۔۔۔۔۔یہ اصطلاح فرد کے غیر حقیقی خیال تصور یا عقیدے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔"۱۶

خیالی معشوق کے پیچھے لاحاصل جستجو:

اس manic phase میں میرؔ اپنے تخیل سے باتیں کرتے ہیں اسے چھونے کی کوشش کرتے ہیں جس کا اظہار اس شعر سے ہوتا ہے۔

جو میں ہاتھ ڈالوں، وہاں کچھ نہیں بجز شکل وہمی عیاں کچھ نہیں

یہ شعر psychosis اور mania کے اس پہلو کو ظاہر کرتا ہے جس میں فرد اپنے ذہن میں بنائے گئے منظر کو حقیقت سمجھ کر اس سے جڑنے کی کوشش کرتا ہے مگر حقیقت میں وہ محض ایک وھم ہوتا ہے۔ یہاں "وہمی شکل" دراصل میرؔ کے شعور کی وہ مخلوق ہے جو ان کے تنہائی، شکستِ عشق اور جذباتی بے وزنی سے جنم لیتی ہے۔

طبیبوں کو آخر دکھایا مجھے نہ پینا جو کچھ تھا پلایا مجھے

دوا جو لکھی، سو خلافِ مزاج کھنچا اس خرابی سے کارِ علاج

میرؔ کے یہ اشعار ان کی ذہنی اور جسمانی کیفیت کی اضطرابی حالت کو بخوبی بیان کرتے ہیں جہاں ان کے قریبی احباب ان کی پریشانی دیکھ کر علاج کے لیے طبیبوں کے پاس لے جاتے ہیں مگر انہیں آرام نہیں ملتا۔ شاعر کی یہ کیفیت ایک عام نفسیاتی مریض کی نمائندگی کرتی ہے جو جسمانی دوا کے باوجود اپنے درد اور تکلیف سے نجات نہیں پاتا کیونکہ اس کی بیماری کی جڑ ذہنی یا روحانی نوعیت کی ہے جسے صرف جسمانی ادویات سے حل نہیں کیا جا سکتا. تمام طریقے بیکار ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں ایک نفسیاتی مریض کی عام حالت دکھائی گئی ہے جہاں روایتی طبیب اس کی روحانی یا ذہنی بیماری کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ لہذا نفسیاتی امراض کا علاج صرف جسمانی دوا سے ممکن نہیں ہو سکتا ہے۔

وہ حجرہ تھا گور سے تنگ تر در اس کا نہ کھلتا تھا دوپہر

یہ شعر اس کیفیت کی علامت ہے جب مریض کو isolation میں رکھا جاتا ہے جو بائپولر مریض کے لیے مزید پریشانی اور وحشت کا سبب بنتا ہے۔ تنہائی اور بیگانگی اس مثنوی کا ایک اور غالب تاثر ہے۔ میرؔ کے بیان میں جو گہری اداسی اور کرب نمایاں ہے وہ دراصل اس Depressive Isolation کو ظاہر کرتا ہے جس میں مریض سب سے الگ ہو کر تنہا اپنی ذات کے سناٹے میں پناہ لیتا ہے۔

"Depressive isolation refers to a state in which an individual experiences persistent feelings of sadness, emptiness, and hopelessness, often accompanied by withdrawal from social interactions

and activities they once enjoyed. This isolation exacerbates symptoms of depression and impairs daily functioning."[۱۷]

Depressive isolation ایک ایسی کیفیت ہے جس میں فرد مسلسل اداسی، خالی پن اور ناامیدی کا شکار ہوتا ہے اور اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں اور سماجی رابطوں سے خود کو الگ تھلگ کر لیتا ہے۔ یہ تنہائی اور ہر کسی سے کٹاؤ نہ صرف افسردگی کی علامات کو بڑھا دیتا ہے بلکہ فرد کی روزمرہ زندگی کے معمولات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ میرؔ کی شاعری میں بھی ایسے ہی جذبات نمایاں ہیں جہاں وہ اپنے کلام میں خود کو جدا اور محصور محسوس کرتے ہیں جو ان کی گہری نفسیاتی تنہائی اور ذہنی کشمکش کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ حالت ان کی تخلیقی کائنات میں درد اور وجودی خلاء کا مرکزی موضوع بنتی ہے، جو انسانی ذہن کی پیچیدگیوں کو بہت خوبصورتی سے اجاگر کرتی ہے۔ میرؔ کو ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں قید کر دینا اور ان کا وہاں مکمل بے خودی کے عالم میں وقت گزارنا اس بات کا نفسیاتی اشارہ ہے کہ معاشرہ ایسے اضطرابی کیفیت کے شکار افراد کو کیسے تنہا کر دیتا ہے اور وہ لوگ خود بھی اپنے اندرونی کرب میں گم ہو جاتے ہیں۔

اس کیفیت کے ضمن میں میرؔ لکھتے ہیں:

کہ یاروں نے برجستہ تدبیر کی مرے خون میں کچھ نہ تقصیر کی

بڑی دیر تک خون جاری رہا میں بے ہوش وہ رات ساری رہا

جگایا کر مجھ کو اک شور سے کھلی آنکھ میرے بڑے زور سے

وہی لوہو لینے کا ہنگامہ پھر وہی تر لہو میں مرا جامہ پھر

لگے نشتر ایسے کہ لگتے نہیں چھے جیسے مژگاں کسو کے نہیں

ہوا خون سے دامن وجیب تر رگ جاں تلک زخم پہنچا مگر

ٹپکتا رہا دیر تک خون ناب مجھے لے گئی بے خودی کی شراب

کئی روز بالیں پہ یہ کر رہا خمار ایک مدت تلک پھر رہا

چلا جائے سر پاؤں تھر تھر کرے نسیم سحر کار مر مر کرے

پھرا ناتواں میں بہت دور سے کہ نزدیک تھا عالم گور سے

میرؔ کی ذہنی کیفیت کا یہ بیان ہمیں اُس مقام پر لا کھڑا کرتا ہے جہاں تخیل اور جنون کی سرحدیں مدغم ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے جو دنیا بسائی وہ حقیقت سے انکار نہیں بلکہ حقیقت سے بچاؤ کی شعوری کوشش تھی۔ ایک ایسا نفسیاتی دفاعی نظام جس نے انہیں زندہ تو رکھا لیکن ہمیشہ کے لیے ایک شکستہ دل، مضطرب روح اور مجروح وجود کے ساتھ۔ ان کے اشعار میں رواں لہو صرف جسمانی زخموں کا استعارہ نہیں بلکہ ایک ایسے دل کا خون ہے جس نے شعور اور جنون کے درمیان برسوں سفر کیا اور آخرکار اپنے کلام میں وہ اذیت رقم کی جو آج بھی قاری کو لرزا دیتی ہے۔

میرؔ کی دیوانگی اور جنونی کیفیت کو کم کرنے کے لیے ان کے بعض خیر خواہوں نے اُس زمانے کے رائج طریقۂ علاج **"فصد"** سے مدد لی۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جس میں مریض کے جسم سے مخصوص مقامات پر نشتر لگا کر خون نکالا جاتا تھا۔ تاکہ طبیعت میں توازن پیدا ہو۔ میرؔ خود ان اشعار میں اس عمل کی شدت، تکلیف اور اس کے اثرات کو نہایت موئثر انداز میں بیان کرتے ہیں کہ جہاں ان کا لباس خون آلود ہو جاتا ہے اور جسم رگ جاں تک زخموں سے چور نظر آتا ہے۔ فصد کے بعد پیدا ہونے والی نیم بے خودی اور اضطرابی کیفیت کا زوال نیند میں ڈھل کر وقتی سکون فراہم کرتا ہے۔

یہی وہ لمحہ تھا جب میرؔ کی ذہنی حالت میں تدریجی بہتری آنے لگی۔ وہ رفتہ رفتہ اس شدید اضطراب سے باہر نکلنے لگے اور ان کی زندگی دوبارہ معمول کی روش پر آگئی۔ اگرچہ وہ دوبارہ کبھی کسی نفسیاتی معالجے میں مبتلا نہ ہوئے لیکن اس جنون اور اذیت کی تلچھٹ ان کی ذات میں ہمیشہ کے لیے پیوست ہو گئی۔ یہی دائمی اثرات خصوصاً افسردگی، تنہائی، اور خود میں سمٹ جانے کا رجحان ان کی شخصیت کا حصہ بن گئے جن کا پرتو ان کے کلام میں جابجا نظر آتا ہے۔ مثلاً

دکھایا نہ اس مہ نے رو خواب میں نہ دیکھا پھر اس کو کبھو خواب میں

نہ دیکھا کبھو میر پھر وہ جمال وہ محبت تھی گویا خواب و خیال

الغرض کچھ مدت بعد میرؔ کی ذہنی کیفیت میں بہتری آنے لگتی ہے اور وہ ایک معتدل زندگی کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ وہ چہرہ، جس کی پرچھائی نے میرؔ کو ذہنی اذیتوں کی بھٹی میں جھونکا تھا اب اُن کے خواب و خیال سے بھی محو ہو چکا ہوتا ہے۔ مگر یہ نفسیاتی زخم جو میرؔ کے باطن میں پیوست ہو چکے تھے ان کی شاعری اور خصوصاً مثنوی خواب و خیال میں پوری شدت سے جھلکتے ہیں۔ جیسے

وہ صورت کا وہم اور دیوانگی لگی کرنے در پردہ بیگانگی

کہ ظاہر میں میر اب توانا گیا کہ وہ دوستی کا زمانہ گیا

یہ وہ وقت ہے جب مریض دھیرے دھیرے اپنی خیالی دنیاؤں سے نکل کر حقیقت کی طرف لوٹتا ہے مگر وہ خواب جو کبھی حقیقت لگتا تھا اب محض "خواب وخیال" بن کر رہ جاتا ہے۔

مثنوی میں بارہاہمیں شدید خوشی اور گہری اداسی کا تناوب ملتا ہے جو بائپولر ڈس آرڈر کی نہایت نمایاں علامت ہے۔ کہیں میر محبوب کی نظر سے سرشار نظر آتے ہیں، تو کہیں اسی محبوب کی بیگانگی سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ emotional oscillation ایک ایسانفسیاتی سفر ہے جو نہ صرف مریض کے ذہنی نظام کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کی جمالیاتی اور تخلیقی قوتوں کو بھی متحرک کرتا ہے۔ اس کیفیاتی آمد و رفت کے درمیان میر کی زبان کبھی پر شکوہ، پر جوش اور وجدانی ہو جاتی ہے اور کبھی پژمردہ، بیزار اور پر ملال۔

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ روایتی طور پر ان مخلوط کیفیتوں کو زیادہ تر مانیا کی حالت سے منسلک کیا جاتا ہے اسی لیے اصطلاحات جیسے کہ "مخلوط مانیا" (Mixed Mania) یا "ملول مانیا (Dysphoric Mania)" استعمال ہوتی ہیں، جو ان پیچیدہ جذباتی مرحلوں کی نمائندگی کرتی ہیں جہاں سرشاری کے عالم میں بھی دل پر افسردگی کا بوجھ چھایا رہتا ہے۔"۱۸

اگر ہم اس مثنوی کو نفسیاتی عدسے سے دیکھیں تو میر کی شخصیت میں ہمیں کئی ایسی نفسیاتی علامتیں اور کیفیات ابھرتی ہوئی نظر آتی ہیں جو ایک منتشر ذہن اور مجروح قلب کے عکاس ہیں۔ نفسیاتی اصطلاح میں جس کیفیت کو "جنون" یا "دیوانگی" کہا جاتا ہے اسے باقاعدہ ذہنی بیماری (Mental Disorder) تسلیم کیا گیا ہے جو شدید ذہنی تناؤ، داخلی تصادم، اور طویل بے خوابی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

اسی تناظر میں، میر کی حالت کو ہم انسومنیا (Insomnia) یعنی نیند سے محرومی کے مرض سے بھی وابستہ دیکھ سکتے ہیں۔ وہ راتوں کو جاگ کر اپنے وجود کی شکست و ریخت پر غور کرتے رہے مسائل کے انبار میں گھرے رہے اور مسلسل تفکر نے انہیں نیند جیسی نعمت سے بھی محروم کر دیا۔ یہ نیند کی محرومی

صرف جسمانی نہیں بلکہ جذباتی اور ذہنی سطح پر بھی انتشار پیدا کرتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہی بے خوابی اضطراب، پریشانی، اور آخر کار ذہنی توازن کے زیاں میں ڈھل جاتی ہے۔

میرؔ کی مثنوی اسی باطنی کشمکش اور ان کے ذہن کے شکستہ مناظر کا ایک مرقع ہے جس میں ایک حساس شاعر کی داخلی دنیا کی گونج سنائی دیتی ہے۔ وہ دنیا جو نفسیاتی دباؤ اور جذباتی المیے کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے اور یہی المیہ خواب وخیال کا بنیادی حوالہ بن کر ابھرتا ہے۔

اردو ادب میں نفسیاتی تنقید ایک نسبتاً نیا زاویہ ہے مگر میر کی مثنوی خواب وخیال اس تنقیدی پیرائے کی بھرپور تائید کرتی ہے۔ یہ مثنوی اس بات کا ثبوت ہے کہ ذہنی عارضہ یا اضطراب صرف احساس کمتری ہی نہیں بلکہ ایک تخلیقی قوت بھی عطا کر سکتا ہے۔ میرؔ کے یہاں دیوانگی، تنہائی، اور وسوسے نہ صرف موضوع بنتے ہیں بلکہ شعری اظہار کا ذریعہ بھی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بجا ہوگا کہ میر کی مثنوی خواب وخیال اردو ادب کی ان چند تخلیقات میں سے ہے جو شاعر کی داخلی دنیا کو نہایت صداقت اور ایمانداری سے عیاں کرتی ہے۔

لہٰذا یہ تخلیق جدید نفسیاتی مطالعات خصوصاً بائپولر ڈس آرڈر جیسے ذہنی امراض کو ادبی سطح پر سمجھنے کا ایک منفرد نمونہ فراہم کرتی ہے۔ میرؔ کی یہ مثنوی ایک ایسا بیانیہ تشکیل دیتی ہے جو قاری کو شاعر کے ذہن میں جھانکنے کا موقع فراہم کرتی ہے جہاں جذبات صرف محسوس نہیں ہوتے بلکہ نظم کیے جاتے ہیں جہاں واہمے اور حقیقت کے درمیان حد فاصل مٹ جاتی ہے اور عشق ایک نفسیاتی تجربہ بن کر سامنے آتا ہے۔

آخر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خواب وخیال محض ایک عشقیہ مثنوی نہیں بلکہ ایک جذباتی، ذہنی، اور نفسیاتی جنگ کا بیانیہ ہے۔ میرؔ نے جس بے باکی سے اپنی داخلی کیفیت کو کلام کی صورت دی ہے وہ نہ صرف اردو شاعری میں ایک نیا باب کھولتی ہے بلکہ قاری کو ذہنی صحت اور جذباتی توازن کے مسائل کی تفہیم کی راہ بھی دکھاتی ہے۔ بائپولر ڈس آرڈر کے تناظر میں یہ مثنوی صرف میرؔ کی ذاتی زندگی کی جھلک نہیں بلکہ اس معاشرتی خاموشی اور بے

خبری کی بھی عکاس ہے جو ایسے مریضوں کے گرد طاری رہتی ہے۔ اس طرح خواب و خیال اردو ادب میں ذہنی کیفیتوں کے ادبی اظہار کی ایک گراں قدر مثال بن جاتی ہے۔

حوالہ جات:

۱. جدید اردو تنقید اصول و نظریات، ڈاکٹر شارب ردولوی، ص ۲۰۴

۲. جدید اردو تنقید اصول و نظریات، ڈاکٹر شارب ردولوی، ص ۲۰۸

۳. جدید اردو تنقید اصول و نظریات، ڈاکٹر شارب ردولوی، ص ۲۰۸

۴. World Health Organization (WHO), Bipolar disorder fact sheet, 2024. URL: https://www.who.int/news-room/fact-sheets/detail/bipolar-disorder

۵. Mayo Clinic, Bipolar Disorder: Symptoms and Causes https://www.mayoclinic.org/diseases-conditions/bipolar-disorder/symptoms-causes/syc-20355955

۶. American Psychiatric Association. Diagnostic and Statistical Manual of Mental Disorders, 5th Edition (DSM-5), 2013.

۷. World Health Organization (WHO), Bipolar disorder fact sheet, 2024. URL: https://www.who.int/news-room/fact-sheets/detail/bipolar-disorder

۸. میرؔ کا دورہ جنون۔ مشمولہ میر تقی میرؔ سیمنار، اطہر رضوی، ص ۱۱۰

۹. Dold M., et al., "Melancholic features in major depression - a European multicenter study,". PubMed, 2021

۱۰. Nierenberg, A. A., The Complexity of "Mixed" Depression: A Common Clinical Challenge, Current Psychiatry Reports, 2011. https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC3140897/

۱۱. میرؔ کی آپ بیتی۔ ذکر میرؔ کا اردو ترجمہ، نثار احمد فاروقی، ص ۱۱۴

۱۲. اصطلاحاتِ نفسیات، سید اقبال امروہوی، ص ۱۶۳

۱۳. میرؔ کی آپ بیتی۔ ذکر میرؔ کا اردو ترجمہ، نثار احمد فاروقی، ص ۱۱۵

۱۴. Verywell Mind. (2023). What Are Hallucinations? Symptoms, Types, Causes, and Treatments. Retrieved August 15, 2025, from https://www.verywellmind.com/what-are-hallucinations-378819

۱۵. اصطلاحاتِ نفسیات، سید اقبال امروہوی، ص ۷۸

۱۶. اصطلاحاتِ نفسیات، سید اقبال امروہوی، ص ۲۷۱

۱۷. Brown, V. (2021). Isolation and mental health: thinking outside the box. PMC.
https://pmc.ncbi.nlm.nih.gov/articles/PMC8149428/

۱۸. Bipolar disorder An information guide، CAMH Bipolar Clinic staff، ص۳

☆☆☆